بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو راہِ خدا میں مارے جاتے ہیں انہیں مُردہ نہ کہو
بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں :(فرمانِ الٰہی)

شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف

الشاہ مفتی غلام سرور قادری

مرکزی ادارہ
مصباح القرآن
لاہور پاکستان

3934

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے
پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY
LAHORE

CLASS NO. ....

BOOK NO. ....

S-369 -Punjab University Press 10,000 29-1-2003

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو راہِ خدا میں مارے جاتے ہیں انہیں مُردہ نہ کہو
بلکہ وُہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں: فرمانِ الٰہی

شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف
العلّامہ مفتی غلام سرور قادری

مرکزی ادارہ
مصباح القرآن
لاہور، پاکستان

Marfat.com

نام کتاب	شہادت حسین رضی اللہ عنہ
تالیف	الشاہ مفتی غلام سرور قادری لاہور
باہتمام	محمد محسن الرضوی
صفحات	۷۲
تاریخ اشاعت	اگست ۱۹۸۷ء
تعداد	گیارہ سو
ناشر	ادارہ مصباح القرآن۔ لاہور
کتابت	قاضی زاہد رسول

87198

ملنے کے پتے

مرکزی ادارہ مصباح القرآن
مرکزی ادارہ اشاعت قرآن و سنت
جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرک ۳۔ لاہور

القمر بک کارپوریشن گنج بخش روڈ۔ لاہور

ضیاء القرآن، مکتبہ نوریہ رضویہ، مکتبہ حامدیہ، مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ۔ لاہور

جامع مسجد نوری فلیٹس کیو بلاک
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

Marfat.com

فہرست

۱	ماہ محرم	۴
۲	یوم عاشورہ یہود کی نظر میں	۵
۳	رمضان کے بعد عاشورہ کا روزہ افضل ہے	۶
۴	عاشورہ کون سا دن ہے	۷
۵	کیا ایک روزہ رکھنا جائز ہے	۸
۶	حضرت امام حسین کی شہادت	۹
۷	ایک تاریخی واقعہ یا امت کا سبق	۱۱
۸	ولادت باسعادت	۱۱
۹	شہادت کی شہرت	۱۲
۱۰	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید کا نام بھی بتا دیا تھا	۱۳
۱۱	یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا	۱۴
۱۲	آل رسول سے حضرت امیر معاویہ کا سلوک	۱۴
۱۳	اہلبیت کے بارے یزید کو وصیت	۱۵
۱۴	حضرت امیر معاویہ کی آخری دُعا	۱۶
۱۵	حضرت امام کا کوفے کا ارادہ صحابہ کا منع کرنا	۱۷
۱۶	حضرت ابن عباس کی پیش گوئی۔ امام صاحب کی روانگی	۱۸
۱۷	امام صاحب دشت کربلا میں	۲۱
۱۸	امام صاحب کا خطبۂ احتجاج	۲۲

Marfat.com

۱۹	صلح کرو۔ واپس جانے دو یا مجھے یزید کے پاس پہنچا دو	۲۵
۲۰	حضرت حُر بیٹے سمیت لشکر اسلام سے آملے	۲۶
۲۱	سرِ حسینؓ	۲۷
۲۲	قبرِ حسینؓ	۲۸
۲۳	تعلیماتِ حسینؓ	۲۹
۲۴	شہیدِ آخریں	۳۳
۲۵	حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم	۳۶
۲۶	تعداد شرکاء کربلا	۴۲
۲۷	صحابہ و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں شیر و شکر تھے	۴۶
۲۸	نکاح اُم کلثوم	۴۶
۲۹	شیعہ حضرات کی کتاب کا حوالہ	۵۲
۳۰	فضائل و مناقب اہلِ بیت	۵۶
۳۱	یزید بن معاویہ	۶۲
۳۲	حدیث قسطنطنیہ کا جواب	۶۹

Marfat.com

ماہِ محرم

کسی چیز کی فضیلت جاننے اور اس کی عظمت پہچاننے کے لئے جہاں دوسرے احوال و قرائن پر نگاہ رکھی جاتی ہے وہاں اس کی ابتدا و انتہا بھی ضرور ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ اسلامی سال کی عظمت کے دلائل تو بہت ہیں۔ مگر خصوصیت کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ محرم الحرام جیسے بابرکت مہینے سے اس کا آغاز اور ذی الحجہ جیسے ذی شان مہینے پر اختتام ہوتا ہے۔

عاشورہ کا روزہ

محرم الحرام کی فضیلت کا باعث یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ اس کے روزے فرض رہے اور جہالت کے دور میں تو کچھ اہلِ کتاب اس کی عید منایا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جہالت کے زمانہ میں قریش عاشورہ کے دن روزہ رکھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف

Marfat.com

لائے یہ روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی رکھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ جس کا جی چاہے رکھے اور جو اسے چھوڑنا چاہے چھوڑ دے (صحیح بخاری صفحہ ۲۶۸ ج ۱، و مسلم صفحہ ۳۵۸ ج ۱)

یومِ عاشورہ یہود کی نظر میں صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عاشورہ ایک ایسا دن ہے جس کی یہود تعظیم کرتے اور عید مناتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس کا روزہ رکھا کرو ایک اور روایت میں ہے کہ خیبر کے لوگ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے عید مناتے اور اپنی عورتوں کو زیور اور عمدہ لباس پہناتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲۶۸ ج ۱ و مسلم صفحہ ۳۵۹ ج ۱)

بڑا دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ نیک دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حقدار ہوں تو آپ نے خود بھی روزہ

Marfat.com

رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ ایک اور روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ یہ بڑا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا تھا ہم بھی اس کی تعظیم سے روزہ رکھتے ہیں۔ (صحیح بخاری صہ ۲۶۸ ج ۱، وصحیح مسلم صہ ۳۵۹ ج ۱، و ابوداؤد مصری صہ ۴۲۸ ج ۱)

رمضان کے بعد عاشورہ کا روزہ افضل ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشورہ کے دن کے روزہ کی فضیلت دریافت کی گئی آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بعد عاشورہ کے سوا کسی ایسے دن روزہ رکھا ہو جو آپ کے نزدیک دوسرے دنوں سے افضل ہو۔ (صحیح بخاری صہ ۲۶۸ ج ۱ و مسلم صہ ۳۵۹ ج ۱)

سال کا کفارہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کا کفارہ ہو۔

(ترمذی صہ ۹۲ ج ۱)

اللہ کا دن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرائض نمازوں کے بعد افضل نماز تہجد ہے۔

(ما ثبت صہ ۱۱)

Marfat.com

عاشورہ کون سا دن ہے؟

جمہور کی رائے

۱۔ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری اور امام محی السنۃ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ جمہور کی رائے ہیں محرم الحرام کا دسواں دن عاشورہ ہے۔ اکثر صحابہ اور دوسرے مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد بن حنبل و سعید بن مسیب و حسن بصری و اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہم جیسے اکابر آئمہ کا یہی مسلک ہے۔ مگر ان کے نزدیک اس کے ساتھ نو محرم کا روزہ بھی مستحب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشرط حیات آئندہ اس طرح کرنے کا عزم ظاہر فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ کی رائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نو محرم کا دن عاشورہ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔

تیسرا گروہ

ایک تیسرے گروہ کی یہی رائے ہے کہ گیارہ محرم کا دن عاشورہ ہے۔ نیز کچھ صحابہ کرام سے بھی یہی ثابت ہے۔ امام ابواسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محرم کی نو دس اور گیارہ کا روزہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ میں یہ تین دن اس لئے روزے رکھتا ہوں کہ کسی کے بھی نزدیک مجھ سے عاشورہ کا روزہ

Marfat.com

نہ رہ جائے (شرح مسلم صہ ۳۵۹ ج ۱)

روزۂ عاشورہ مستحب رہ گیا

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہلے عاشورہ کا روزہ واجب تھا۔ پھر رمضان کی وجہ سے منسوخ ہو کر مستحب رہ گیا۔ چنانچہ مؤطا امام محمد صہ ۱۹۰ میں اسی طرح ہے۔

کیا ایک روزہ رکھنا جائز ہے؟

ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ نو، دس اور گیارہ محرم کا روزہ افضل ہے۔ ورنہ دس کے ساتھ ایک دن پہلے یا پیچھے کا روزہ ملانا چاہیئے

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں

يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ يَوْمًا اَوْ بَعْدَهٗ يَوْمًا فَاِنْ اَفْرَدَهٗ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ لِلتَّشَبُّهِ بِالْيَهُوْدِ (مرقات صہ ۵۳۰ ج ۲)

یعنی مستحب ہے کہ عاشورہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ بھی رکھے۔ پس اگر ایک عاشورہ کا روزہ رکھا تو یہ یہود سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

ایک تنبیہہ

واقعہ شہادت کو قلم بند کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر افترا باندھنا اور آپ کی طرف ان کہی ہوئی بات کی نسبت کرنا دوزخ مول لینا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث کو جھوٹ اور فریب سے پاک رکھنے میں اکابرِ اسلام نے جو اصول وضع کئے ان کی روشنی میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہی ہے جو اپنے صحیح انداز میں ہم تک پہنچی اور تاقیامت اسی طرح صحیح وسلامت باقی رہے گی اور کیوں نہ ہو جب کہ ہمارے دینِ اسلام کا اکثر حصہ احادیثِ پاک پر موقوف ہے۔ اسی تحفظ کا نتیجہ ہے کہ حدیث اپنے مراتبِ متعددہ کی رُو سے یقین عطا کر کے فرضیت ثابت کرتی ہے اور کبھی ظن کا فائدہ دے کر وجوب عائد کرتی ہے۔ اسی طرح استحباب و جواز بھی اسی سے ملتا ہے۔ مگر حدیث کے مقابلہ میں تاریخ کی حیثیت کچھ نہیں جہاں حدیث اور تاریخ میں تعارض ہو جاتے وہاں عظمتِ حدیث پر تاریخ کو قربان کرنا قاعدے کی بات ہے اس کے برعکس یعنی تاریخ کو لے کر حدیث کو پسِ پشت ڈالنا عقل وتمیز سے عاری ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ تاریخ کی روایات خواہ کتنی ہی مستند کیوں نہ ہوں۔ ان کی حیثیت حدیث سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی اس لئے وہ معتبر و مستند احادیث

Marfat.com

کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ تاریخ پر نہیں بلکہ عقائد و حلال و حرام جیسے احکام صرف قرآن و احادیث پر ہی مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے نقاد جلیل القدر محدث کی تاریخ کبیر بھی وہ درجہ نہیں رکھتی جو ان کی صحیح بخاری شریف کا ہے۔ اس تنبیہہ سے مقصود یہ ہے کہ صحابہ کرام ہوں یا اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین، جب ان کی ذوات قدسیہ سے متعلق کوئی ایسا واقعہ تاریخ میں دیکھا یا پڑھا جائے جو ان کی اس عظمت کو مجروح کرتا ہو جو قرآن و حدیث سے مستفاد ہے تو ہم پر واجب ہوگا کہ اس تاریخی بات کو ٹھکرا کر قرآن و حدیث کی عظمت قائم رکھیں۔ سرکار امام حسین اور آپ کے جاں نثاروں رضی اللہ عنہم کی شہادت پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر کہیں تو لکھنے والوں نے واعظانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ہر رطب و یابس بلکہ سنی سنائی اور من گھڑت باتوں تک کو بیان کرنے سے گریز نہیں کی۔ اس سے جہاں ان پاک شخصیتوں پر جھوٹ تھوپے گئے وہاں رافضیوں اور شیعوں کو بھی تقویت پہنچی ہے اور کہیں لکھنے والوں معاندانہ انداز اختیار کرتے ہوئے صحیح اور مستند احادیث و روایات تک کو قبول کرنے سے صاف انکار فرما گئے اس سے جہاں ان بزرگ اور مقبول بندوں کے کمالات کا اخفاء قرار پا کر شقاوت و بدبختی کا موجب بنتا ہے وہاں حروریت اور خارجیت کی بھی تائید ہوتی رہی ہے۔ محمود احمد عباسی کراچوی اور ابو یزید بٹ لائلپوری جیسے یزید ملعون کے حامی بھی اس کم ظرفی اور خارجیت کی پیداوار ہیں۔ ان دونوں صورتوں کے برعکس محققین اہلسنت کی تالیفات و تصنیفات ہر طرح کے افراط و تفریط سے پاک ہو کر حقائق کے چہروں کو بے نقاب کرتی ہیں۔

Marfat.com

رسالہ ہذا میں مندرجہ واقعۂ شہادت بھی انشاء اللہ العزیز اسی روایت کا حامل ہو گا۔

ایک تاریخی واقعہ یا اُمّت کا سبق

نوجوانانِ بہشت کے سردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہکتے پھول جنابِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے جاں نثاروں کی درد انگیز اور مظلومانہ و مسافرانہ شہادت کا حادثہ ایسا نہیں جسے بھلایا جا سکے بلکہ ہر انسان جو صفتِ آدمیت کا حامل ہے اپنے دل میں اس واقعہ کا درد محسوس کرنے پر مجبور ہے کیا یہ ایک تاریخی واقعہ ہے؟ نہیں بلکہ یہ امت کا سبق بھی ہے اس واقعہ کو صرف تاریخی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ اس میں ہزاروں عبرتیں اور لاکھوں نصیحتیں بھی مضمر ہیں۔ راہِ خدا میں اپنی جانوں کے جواہر لُٹانے والے ہزاروں ہوئے ہیں مگر شہزادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انداز میں راہِ خدا میں اپنا خون بہایا وہ صبر و استقامت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔

ولادتِ باسعادت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبطِ رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول رکھا اور آپ نے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی نوجوانوں کا سردار اور اپنا فرزند فرمایا۔ جنتی جوانوں کا سردار فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ

Marfat.com

راہِ خدا میں اپنی جوانی میں جنت کو چلے گئے حضرت امام حسن و حسین ان کے سردار ہیں۔ یعنی دونوں شہزادے ، انبیاء کرام اور خلفاء اربعہ کے سوا تمام جنتیوں کے سردار ہیں اور جوانانِ بہشت سے تمام بہشتی مراد ہیں۔ کیونکہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ ہو گا سب کے سب جوان ہی ہوں گے۔

شہادت کی شہرت

حضرت جبریل مٹی لائے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پاک کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ شیر خوارگی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم الفضل رضی اللہ عنہا کو آپ کی شہادت کی خبر دی تھی۔ امام ابنِ سعد نے طبقات اور طبرانی نے معجم میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا بیٹا حسین طف (کربلا) کی زمین میں قتل کیا جائے گا اور جبریل میرے پاس یہ مٹی لائے اور عرض کی ہے کہ حضرت حسین کے قتل ہونے کی جگہ کی مٹی ہے۔

نیز امام بغوی نے اس سے آگے یہ جملہ بھی زائد روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کربلا میں اس دن ہو وہ میرے حسینؓ کی مدد کرے۔

Marfat.com

اجنبی فرشتہ

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا۔ اس نے عرض کی ہے کہ آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا جائے گا اور آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھاؤں جہاں وہ شہید ہوں گے۔ پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید کا نام بھی بتا دیا تھا

اجنبی فرشتے والی روایت کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس قدر زائد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یزید قاتل ملعون میں اللہ تعالیٰ برکت نہ کرے سنو مجھے اپنے پیارے بچے حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی اطلاع ملی ہے اور وہ مٹی بھی مجھے دی گئی ہے جہاں وہ شہید ہوں گے اور میں نے اس کے قاتل کو بھی دیکھا ہے۔ سیاہ و سفید داغ والا ہے (یہ شمر کی طرف اشارہ ہے) سنو وہ جس قوم کے روبرو شہید کئے جائیں گے اگر وہ اس کی امداد نہ کریں گے تو اللہ ان پر عذابِ عام بھیجے گا۔

دین میں رخنہ ڈالنے والا

حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا میری امت کا معاملہ ہمیشہ حق و انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے بنی امیہ

Marfat.com

کا ایک شخص اس میں رخنہ ڈالے گا جس کا نام یزید ہو گا۔ (اخرجہ ابو یعلی بسندِ ضعیف)

اور امام رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ سب سے پہلے بنی امیہ سے ایک شخص میری سنت کو بگاڑے گا۔ اس کا نام یزید ہو گا۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کی سزا

حضرت نوفل بن فرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اسے امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے غصہ میں اس سے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟ پھر آپ کے حکم سے اس شخص کو تعزیراً بیس کوڑے مارے گئے۔ (ماثبت بالسنۃ اور الصواعق المحرقۃ ص۲۲۱)

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک

امام ابو اسحاق رضی اللہ عنہ شاکر نور العین میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ خلافت پر متمکن رہ کر برضا و رغبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرما دی اور اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس سلسلہ میں حضرت

Marfat.com

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیئے گئے وعدے پوری طرح نبھاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام آل اور سارے ہاشمیوں خصوصاً امام حسین اور خاندان کی تعظیم کرتے اور اُن پر ان کے باپ سے بھی بڑھ کر شفقت فرماتے تھے اپنے معاملات میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشورہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک بادشاہی فرمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ اسے قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مسند شریف اپنی مسند کے ہمراہ لگاتے تھے۔

(نور العین صہ ۵ طبع مصر)

اہل بیت کے بارے میں یزید کو وصیّت

آپ نے کچھ قرائن وغیرہ سے متاثر ہو کر اپنے بعد یزید کو ولی عہد اور بادشاہ بنانا طے کر لیا اگرچہ اس میں اختلاف اُٹھ کھڑا ہوا تو آپ کو اس اقدام سے باز آجانے کی گذارشات کی گئیں۔ مگر صلاح کاروں اور مشیروں نے ایک نہ سُننے دی۔ جن صاحبوں نے یزید کے حق میں رائے دی تھی انہوں نے عملاً یزید کو جانشین بھی تسلیم کر لیا اور جن حضرات نے اس سے انکار فرمایا تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں سے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی پر تشدد روا نہ سمجھا یہ سلسلہ اسی حالت میں چھوڑ کر واصل بحق ہو گئے اور دم آخر بس آپ نے یزید کو جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی۔

Marfat.com

"اے بیٹے! میں تجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے جمیع خاندان کے بارے میں مکمل وصیت کرتا ہوں کہ جب تک تجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تائید حاصل نہ ہو کسی کام کی ابتدا نہ کرنا۔ تیرے نزدیک ان کے حکم سے کسی کا حکم فوق نہ ہو اور جب تک وہ کھا پی نہ لیں تجھ پر کھانا پینا حرام ہو گا۔ تجھے یقین رکھنا چاہیئے کہ خلافت ہمارا نہیں ان کا حق ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تجھ سے خلافت واپس لینا چاہیں تو تجھے وہ ان کے سپرد کرنا ہو گی۔ ہم تو ان کے خادم ہیں۔ اگر تو نے میری وصیت کی خلاف ورزی کی۔ بروز قیامت میں بری الذمہ ہوں گا اور اس کی سزا تجھے بھگتنا ہو گی۔ یزید نے اس پر حلف اُٹھایا کہ وہ وصیت پر پورا پورا عمل کرے گا۔"

(نور العین صہ ۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آخری دُعا

عطیہ بن نباتیس سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یزید کو ولی عہد قرار دینے کے بعد یوں دُعا کی :-

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ عَھِدْتُ لِیَزِیْدَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ فَضْلِہٖ فَبَلِّغْہُ

یا الٰہی اگر میں یزید کو اس کی لیاقت دیکھ کر ولی عہد کیا ہے تو اسے

Marfat.com

مَا اَمْلَتُ وَاَعِنْهُ وَاِنْ كُنْتُ اِنَّمَا حَمَلَنِيْ حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ اَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغَ ذٰلِكَ ط

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹ اور ماثبت بالسنۃ ص ۳۱)

تو اس پر پہنچا جو میں نے چاہا ہے اور اس کی مدد کر اور اگر مجھے پدری محبت نے جو اولاد سے ہوتی ہے اکسایا ہے اور وہ اس کام کے لائق نہیں ہے تو اسے ولی عہدی پر فائز ہونے سے پہلے موت دے دے

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داصل بحق ہونے کے بعد یزید اس وصیت کو نہیں بلکہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف تک کو بھول گیا اور اسے جب باپ کی جگہ کوئی محاسبہ کرنے والا نظر نہ آیا تو وہ دولت و حکومت کے نشہ میں بدمست ہو کر کھل کھیلنے لگا۔ اس لئے اس کی مخالفت میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور امام حسین رضی اللہ عنہما پیش پیش تھے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کا کوفے کا ارادہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کا منع کرنا

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے ہی کوفی لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے رابطہ رکھے ہوتے تھے آپ کو اپنے ہاں تشریف لانے کی درخواستیں گزار رہے تھے اور آپ نامنظور فرماتے رہے ان کے وصال کے بعد جب بیعت یزید کے سلسلہ میں حق پسندوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا تب آپ نے کوفیوں کی درخواستوں پر نظرِ ثانی گوارا فرمائی۔ کبھی تشریف لے جانے اور کبھی قدم رنجا نہ فرمانے کے طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوچ کا مشورہ دیا اور ساتھ ہی اپنے ہاں مکہ مکرمہ میں مقیم ہو جانے کی گذارش بھی کی۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا۔

حضرت امام کو حضرت عبداللہ بن عمر کی اہم رائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امام صاحب کو کوفہ نہ جانے سے روکتے وقت عرض کی، حضور آپ کوفہ نہ جائیں۔ کوفہ والے آپ کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکومت پر فقر و فاقہ کو ترجیح دی تھی جب کہ آپ کو ان دو میں سے کسی بھی چیز کو قبول فرمانے کا اختیار تھا۔ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس ہی کے ٹکڑے ہیں۔ حکومت کا ارادہ ترک فرما دیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ٹھکرا دیا تو آپ کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفیوں پر اتمام حجت فرمانا چاہتے تھے اس لئے اپنے ارادہ پر قائم رہے اور روانگی کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے بغلگیر ہوئے اور انہیں رخصت کر کے فرمانے لگے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوچ کرنے میں ہماری بات نہ مان کر ہمیں مغلوب کر دیا حالانکہ وہ اپنے والد حضرت علی اور بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں عبرت دیکھ چکے ہیں نیز حضرت جابر بن عبداللہ، ابوسعید اور ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی آپ (رضی اللہ عنہ) کو منع کیا مگر آپ (رضی اللہ عنہ) اپنے ارادے پر قائم رہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباسؓ کی پیش گوئی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آخر میں امام صاحب سے کہا کہ مجھے اللہ کی قسم ہے آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے خاندان کے درمیان شہید کئے جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود جب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے ارادے پر نظر ثانی نہ فرمائی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رو پڑے اور فرمایا آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مان لی ہے اور ساتھ ہی ان سے بھی فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تم نے مشورہ دیا وہ اس پر آگئے ہیں۔ مگر میں تمہیں بتا دوں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں تو داغ مفارقت دیئے جارہے ہیں لیکن تمہیں اور حجازِ مقدس کو بھی چھوڑ جائیں گے۔

امام صاحب رضی اللہ عنہ کی روانگی

امام صاحب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مکہ شریف تشریف لائے۔ کوفیوں نے قاصد پہ قاصد اور خط پہ خط بھیجنے شروع کئے۔ آخر آپ رضی اللہ عنہ نے عراق کو روانگی کا قصدِ مصمم فرمالیا۔ (تاریخ الخلفاء۔ ص ۱۵۰)

مکہ سے کوفہ کو روانگی

دس ذوالحجہ کو آپ مکہ مکرمہ کو بھی خیرباد کہہ کر عراق کو سدھارے۔ آپ کے ہمراہ اہلِ بیت کے چند نوجوان اور چند مستورات اور کچھ بچے بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ عزیز رکھنے والا قدسیوں

Marfat.com

کا یہ قافلہ حق و باطل میں امتیاز کرنے جا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو حضرت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وہ بات یاد آئی کہ تم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھو بیٹھو گے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے اپنے ہمراہ جاں نثاری کے لئے لے چلیں اور دو ہزار بہادر جوان بھی میرے ہمراہ شریک سعادت ہوں گے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائی جان مجھے اس قدر اہتمام کی ضرورت نہیں میرے خاندان کے افراد کے سوا اور کسی کا ہمراہ چلنا موزوں نہیں ہے۔ آپ یہاں سے واپس تشریف لے جائیں اور مجھے رخصت ہونے دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے روتے اور حسب ذیل اشعار کہتے ہوئے ان کو الوداع کیا۔

اشعار

ترحلتم عنی وانتم احبتی ... وخلفتمونی فی الدیار رھینا
ترکتم عیونی لاتمل من البکاء ... لفقدکم صار الفؤاد حزینا
ایا غائبا عنا ملکت فؤادنا ... واسقیتنا کاس الفراق یقینا
وصاد فؤادی بالفراق معذبا ... یذوب من الھجران لیس مکینا

ترجمہ

تم مجھ سے کوچ کر گئے اور تم میرے محبوب ہو ... اور تم نے مجھے وطن میں رہن رکھ دیا
تم میری آنکھوں کو اس حال میں چھوڑ گئے کہ وہ رونے سے نہیں ... تھکتیں تمہارے نہ ہونے سے دل غمگیں ہو گیا
اے وہ شخص جو ہم سے غائب ہے تو ہمارے دلوں کا بادشاہ ہوا ... اور تو نے یقیناً ہمیں جدائی کا پیالہ نوش کرایا
اور میرا دل جدائی کے عذاب میں مبتلا ہو گیا ... دل جدائی سے پگھل رہا ہے اسے سکون نہیں ہے

(نور العین ص ۱۳۱)

Marfat.com

امام صاحب رضی اللہ عنہ دشتِ کربلا میں

حضرت امام چلتے چلتے ایک ایسی سرزمین پر جا نازل ہوئے جسے کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ نے اس زمین کی مٹی سے ایک مٹھی اٹھا کر اسے غور سے دیکھا اور فرمایا کہ یہ مٹی رنگ اور خوشبو میں اس مٹی سے ملتی جلتی ہے۔ جو حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لا کر دی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں حسین شہید ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ ہم یہیں ڈیرہ جمائیں یہ ہمارے جوانوں کے قتل بچوں کے ذبح اور پردہ نشینوں کے بے سایہ ہونے کی جگہ ہے۔ اللہ کی قسم یہ جگہ ہمارا وطن اور ہمارا محشر ہے۔ یہاں عزت والے راہِ خدا میں ذلت اٹھائیں گے وہ گھڑیاں قریب ہیں جب میرا سر اور تن ایک دوسرے سے جدا ہو کر پھڑ پھڑیں گے اور میرے جدِ امجد اور ماں باپ کو آسمانوں کے فرشتے تعزیت عرض کریں گے اور اللہ کی قسم وہ وعدہ ٹلنے کا نہیں اسے یہاں پورا ہونا ہے۔ یہ جگہ دریائے فرات سے تین میل دور تھی مگر دریا کے پاس یزیدی فوجیں ابن زیاد کے حکم سے عمر بن سعد کی سرپرستی میں پڑاؤ ڈالے پڑی تھیں۔ امام صاحب نے میدانِ کربلا میں اتر کر سختی گرمی اور پانی کی دوری اس پر مزید مقابل فوج کو حائل پا کر اداسی کے عالم میں یہ شعر کہے ؎

اشعار

87198

اھل العراق مالکم خلیل — وبکم فی جمعکم فضیل

87198

Marfat.com

والامر فی ذالکم جلیل — وکل حیّ عنده سبیل
قد قرب النقلة والرحیل — وکل شیئ حوله دلیل

ترجمہ

عراق والو! تمہارا کوئی دوست نہیں — اور تمہارے ساتھ تمہاری جماعت میں کوئی بزرگ نہیں،
درپیش ہونے والا معاملہ تم میں گراں ہے، — اور ہر زندہ کے پاس اس کے کوئی نہ کوئی راستہ ہے
کوچ کی گھڑی قریب آگئی ہے — اور ہر چیز کے ارد گرد راہنمائی ہے

(نور العین ص۱۳)

امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ احتجاج

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفیوں کو اپنے اور پانی کے درمیان حائل ہونے جیسی انتہائی ذلیل حرکت کا ارتکاب کرتے دیکھ کر ان قریب تشریف لے گئے اور اپنی تلوار کی ٹیک لگا کر ان سے احتجاجاً یوں مخاطب ہوتے۔

"اے لوگو! مجھے پہچانتے ہو؟ میں کون ہوں؟ میرے جدِ امجد کون ہیں؟ اور میری والدہ کون ہیں؟

کوفیوں نے جواب دیا. آپ حسین بن علی المرتضیٰ ہیں آپ کے جدِ امجد حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں اور ماں فاطمۃ الزہرا ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

جب تم یہ سب کچھ جانتے ہو تو تم سے پانی روکنے

Marfat.com

اور ہمارے خون بہانے کی وجہ کیا ہے؟ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں اور میرے جاں نثار اور میرے جدّ امجد حوضِ کوثر کے ساقی ہوں گے اور روزِ قیامت لوائِ حمد میرے جدّ امجد ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میرے جدّ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے بارے میں فرمایا ہے کہ حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہے تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عزت ہے اور قسم بخدا ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہی عزت اور اہلِ بیت ہیں۔ جن سے وابستگی سبیلِ ہدایت اور راہِ نجات ہے"

اس پر کوفی بولے۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ ہم نے تمہیں بھوکا پیاسا ذائقہ موت چکھا کر چھوڑنا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر اس مغرور طاقت سے اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں جس کا یومِ حساب پر ایمان نہ ہو۔ (نور العین ص۳۲)

رات کی تاریکی میں اہلِ خانہ سے مشورہ

جب رات نے روئے زمین پر تاریکی کی چادر ڈال دی اور ہر طرف خاموشی کا عالم طاری تھا تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہلِ بیت اور جاں نثاروں سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا:۔

Marfat.com

"تمہیں معلوم ہو کہ راہِ خدا میں مجھے جن مصائب کا سامنا
کرنا پڑ رہا ہے وہ تم سے مخفی نہیں ہے میں تمہیں بے بس
کر کے نہیں رکھنا چاہتا۔ تم میری طرف سے آزاد ہو۔"
رات کا سناٹا چھایا ہوا ہے لوگ اپنے آپ تک سے
بے خبر ہو کر محوِ خواب ہیں یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میں
جانوں اور یہ لوگ، تم لوگ رات کی تاریکی میں واپس
چلے جاؤ۔"

مگر اہلِ بیت اور جاں نثاروں نے بیک زباں ہو کر عرض کی کہ
"ہم آپ کو چھوڑ کر کونسا منہ لے کر جائیں قسم بخدا
ہم آپ کو کبھی بھی نہ چھوڑیں گے۔ بلکہ ہماری جانیں آپ
کے سامنے نثار ہوں گی۔ آپ کے بعد زندگی کا بُرا ہو۔"

(نور العین ص ۳۲)

ایک یزیدی آگ میں کیسے جل مرا

صبح ہوئی دشمنانِ دین کی طرف سے شدت بڑھتی گئی اور مصالحت کے امکانات کا حلقہ کم ہوتا چلا گیا حضرتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُور اندیشی کو عمل میں لاتے ہوئے خیموں کے چاروں طرف خندق کھدوا کر اس میں آگ جلا لے کا اہتمام فرما دیا۔ ابنِ زیاد کے لشکر سے ایک یزیدی نے آگے بڑھ کر تعریضاً کہا کہ اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے آخرت میں پہنچنے سے بیشتر اپنے لئے

Marfat.com

آگ اختیار کرلی ہے۔

آپ نے وہ پیشانی جو کبھی بوسہ گاہِ سیدالانبیاء علیہ السلام تھی آسمان کو اُٹھائی اور اس زبان کو جسے تاجدارِ دوجہاں چُوسا کرتے تھے حرکت میں لا کر یہ دعا۔ کی:۔

اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ فِی الدُّنْیَا قَبْلَ الْاٰخِرَۃِ، نورالعین صہ ۳۲

یااللہ! اس شخص کو آخرت سے پہلے دنیا میں آگ کا مزہ چکھادے۔

ادھر سے تقدیر الٰہی دعائے امام کی منتظر تھی یوں ہی ہوا کہ اس کا گھوڑا بدکا اور کودتا اچھلتا اس گستاخ اور بے ادب ملعون کو اسی خندق کی آگ کے وسط میں پھینک کر بھاگ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گستاخ آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ (نورالعین صہ ۳۲)

حضرت امام نے غیبی امداد قبول نہ کی

جب جنگ شروع ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فرشتوں کی امداد پیش کی گئی۔ اسے قبول کرکے دشمنوں پر فتح پانے یا اس کے بغیر تنہا کنبہ سمیت جنگ کرتے شہید ہو کر لقاءِ رب پانے میں انہیں اختیار دیا گیا مگر آپ نے اپنے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لقاءِ رب اختیار فرمایا (نورالعین صہ ۳۲)

"صلح کرو، واپس جانے دو یا مجھے یزید کے پاس پہنچادو"

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدیوں کی طرف سے جنگ کا اقدام

Marfat.com

جب ناگزیر محسوس فرمایا تو آپ نے اتمامِ حجت کے طور پر ان سے تین چیزوں میں سے کسی ایک کو قبول کر لینے کو کہا وہ یہ کہ ۱۔ صلح کر دے ۲۔ مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں گا ۳۔ مجھے یزید کے پاس پہنچاؤ تاکہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں۔ لیکن البدایہ والنہایہ میں حضرت عقبہ بن سمعان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں مکہ سے شہادت تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ تھا۔ آپ نے جہاں بھی جو کچھ فرمایا میں نے اچھی طرح سنا۔ آپ نے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ آپ یزید کے پاس جانا چاہتے ہیں تاکہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

راقم (غلام سرور قادری) کا خیال یہ ہے کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ آپ نے یہ سوال کیا تو اس میں امام صاحب کی شان کے خلاف کوئی بات نہیں بلکہ اس سے آپ کی امن پسندی کا ثبوت ملتا ہے اور اس سے متعلق اسی کتاب میں مزید تحقیق موجود ہے

لیکن کم بختوں نے سوائے قتلِ امام کے کسی ایک کو قبول نہ کیا

(تاریخ الخلفاء ص ۱۰۶)

حضرت حُر بیٹے سمیت لشکرِ امام سے آملے

حضرت حُر بن ریاح اپنے بیٹے سمیت لشکرِ امام سے آملے۔ پہلے حُر اور پھر ان کے بیٹے نے یہ سعادت یکے بعد دیگرے حاصل کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہے۔

Marfat.com

اشعار

آلیتُ لا اُقتَلُ حتی اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا

ترجمہ: میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ قتل نہ ہوں گے یہاں تک کہ میں قتل ہو جاؤں اور مجھے اس حالت میں موت آئے گی کہ تیرا میں سامنا کرنے والا ہوں گا

اَضرِبُھُم بِالسَّیفِ ضَرباً مُقصلا لا ناکلا عنھُم ولا مُھَلِّلا

ترجمہ: میں دشمنوں کو تلوار کے ذریعے کاٹ ڈالنے والی ضرب ماروں گا میں اس سے پیچھے ہٹنا والا اور (اپنے وار کو) بیکار کرنے والا نہیں ہوں

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۱۸۳)

جنگ کی ابتدا یزیدی لشکر سے ہوئی۔ اس کے دفاع میں لشکر امام رضی اللہ عنہ کے جوانان جاں نثاراں یکے بعد دیگرے دشمنوں کو داخل جہنم کرتے رہے۔ اچانک ایک شخص ابن سعد کے لشکر سے نکلا اور امام صاحب کی خدمت اقدس میں آکر سرنگوں ہو کر بولا اے ابو عبداللہ! میں حجر حُر کا بیٹا ہوں میں نے بھی اپنے باپ کی طرح باطل کو مٹانے اور حق کی حمایت میں جان دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حضور! مجھے اجازت بخشیں میں آپ کی طرف سے یزیدی لشکر کو داخل جہنم کرتا خود جام شہادت نوش کر لوں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخوشی اسے اجازت بخشی اور وہ اس سعادت پر فرحاں و شاداں آگے بڑھا اور لشکر یزید پر ٹوٹ پڑا۔

سرِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

سرِاقدس کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ کہاں ہے۔ اہلِ سنہ اور اہلِ تاریخ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آپ کے سرِاقدس کو ابنِ زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ پھر اس نے اسے یزید کے پاس بھیج دیا اور اس کے بعد پھر اس میں اختلاف ہے کہ وہ سرِاقدس کہاں دفن ہوا۔ امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ اس سرِاقدس کو یزید نے نائب مدینہ منورہ عمرو بن سعید کے پاس بھجوا دیا تو اس نے اسے جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ دفن کرا دیا۔ امام ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِاقدس یزید کے پاس خزانہ میں محفوظ رہا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات ہوگئی اس کے بعد اسے وہاں سے نکال کر شہرِ دمشق کے باب الفرادیس کے اندر دفن کیا گیا۔ لیکن اس روایت کے راویوں میں عثمان بن عبدالرحمٰن اور محمد بن عمر بن صالح استاذ و شاگرد راوی ہیں۔ جنہیں محدثین نے ضعیف بتایا ہے لہٰذا اس کے مقابلہ میں امام ابن سعد کی روایت قوی ہونے کی وجہ سے لائقِ ترجیح ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کہ سرِاقدس کو جنت البقیع میں ہی دفن کیا گیا اور ایک روایت سرِاقدس کے مصر میں دفن کیے جانے کی بھی ہے۔ لیکن امام حافظ ابنِ کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں لا اصل لہٗ کہ اس کی کوئی اصل نہیں (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۴)

قبرِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت امام حسین صلی اللہ علی جدہ الکریم و علی ابیہ و علی امہ و علی اخیہ و علیہ و بارک وسلم کے تنِ مبارک کے بارے میں بہت سے متاخرین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ

Marfat.com

نہرِ کربلا کے پاس طِف نامی جگہ میں واقع مشہد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر مدفون ہے واللہ اعلم۔ امام ابن جریر وغیرہ نے ذکر فرمایا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت کا نشان مٹ گیا تھا حتیٰ کہ کسی خبر کے ذریعے کسی کو اس کی تعیین معلوم نہیں اور امام ابو نعیم فضل بن دکین اس شخص کی بات کا انکار فرماتے تھے جو یہ کہتا تھا کہ وہ امام حسین کی قبر شریف کو پہچانتا ہے۔ اور ہشام بن کلبی نے ذکر کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دفن کئے جانے کے بعد وہاں پانی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ دفن کا نشان مٹ جائے کیونکہ اندیشہ تھا کہ کوئی دشمن خبیث آپ کے جسدِ مبارک کو قبرِ انور سے نکال کر اس کی بے ادبی نہ کرے تو چالیس روز کے بعد پانی خشک ہو گیا پھر بنی اسد میں سے ایک دیہاتی آیا اور وہ وہاں کی مٹی لے کر سونگھتا چلا گیا یہاں تک کہ اسے وہاں سے ایسی مٹی ملی جو خوشبودار تھی تو وہ رونے لگا اور کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ اور آپ کی قبر کی مٹی کیا ہی خوشبودار ہیں پھر اس نے یہ شعر کہا ؎

اَرَادُوْا لِیُخْفُوْا قَبْرَہٗ عَنْ عَدُوِّہٖ فَطِیْبُ تُرَابِ الْقَبْرِ دَلَّ عَلَی الْقَبْرِ

ترجمہ: لوگوں نے چاہا کہ ان کی قبر کو ان کے دشمن سے چھپا دیں لیکن قبر کی مٹی کی خوشبو نے قبر کی نشاندہی کر دی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲/۲۰۴)

تعلیماتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کسی بزرگ ہستی کے ساتھ والہانہ محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کے نقشِ قدم پر چلا جائے اور ان کی

Marfat.com

تعلیمات کو اپنے لئے مشعلِ راہ سمجھا جائے اور اگر یہ جذبہ نہیں تو اس ہستی کے ساتھ محبت وعقیدت کا دعویٰ بلا دلیل قرار پاتا ہے۔ لہٰذا اہلِ سنت جو سیدنا امام حسین سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں ان کی تعلیمات کو پڑھیں اور ان پر عمل کی بھی کوشش کریں۔

امام المدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن وحسین کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد (قبل اس کے کہ تین روز گذریں) امام حسن خود ہی چل کر امام حسین کے ہاں تشریف لائے اور ان سے ملے اور ان کے سر پر بوسہ دیا پھر امام حسین بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی بڑے بھائی کی دست بوسی کی اور ساتھ ہی عرض کی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے کہ (دو ناراض بھائیوں میں جو راضی ہونے میں پہل کرتا ہے اس کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔) میں نے پہل نہ کی تاکہ پہل کرنے کی بڑائی بڑے بھائی کو ہی حاصل ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ دو مسلمان بھائیوں کو اپنی ذاتی رنجش تین دن سے زیادہ نہیں رکھنا چاہیئے اور یہ بھی کہ جو معاف کرنے میں پہل کر کے سلام کرے گا اسے اللہ کے نزدیک زیادہ ثواب ملے گا اور اس کا درجہ بڑا ہو گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار سیرت حسینی کا مکمل نمونہ اور محبانِ حسین کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ اِغْنَ عَنِ الْمَخْلُوْقِ بِالْخَالِقِ
تَسُدُّ عَلَی الْکَاذِبِ وَالصَّادِقِ

Marfat.com

ترجمہ: اپنے خالق و مالک پر بھروسہ کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جا۔ بند کر دو گے تم ہر بیچ جھوٹے پر اپنی حاجت پیش کرنا۔

۲۔ واسترزق الرحمن من فضلہ
فلیس غیر اللہ من رازق

ترجمہ: خدائے رحمان سے اس کے فضل کی وجہ سے رزق مانگو۔ پس اللہ کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں۔

۳۔ من ظن ان الناس یغنونہ
فلیس بالرحمٰن بالواثق

ترجمہ: جس نے گمان کیا کہ لوگ اس کے کام آ سکتے ہیں۔ وہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا نہیں۔

۴۔ اوظن ان المال من کسبہ
زلت بہ النعلان من حالق

ترجمہ: یا اس نے گمان کیا کہ اس کا مال و دولت صرف اس کی کمائی سے ہے (نہ کہ خدا کے فضل سے) اس کے دونوں پاؤں بلند پہاڑ کی چوٹی سے پھسل گئے (یعنی وہ ہلاک ہو گیا۔

خلاصہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ چار شعر ان کی تعلیمات کو اپنے اندر ایسے سموئے ہوئے ہیں جیسے ایک کوزہ دریائے موجزن کو۔ آپ اس بات کی ہدایت دے رہے ہیں کہ مخلوق پر کلی اعتماد کرنے کی بجائے اپنے خالق و مالک پر

Marfat.com

کلی اعتماد کریں۔ اور اسی کو اپنا حقیقی نفع و نقصان رساں سمجھیں یعنی نفع پہنچے تو اسے اسی کی طرف سے سمجھتے ہوئے اس کا شکر ادا کرے اور اس کی اطاعت کو اپنا مطمع نظر بنائے رکھے اور اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اس کو بھی اسی کی طرف سے سمجھتے ہوئے اپنے لئے درسِ نصیحت، اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر نظر ڈالے اور ان سے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور اگر کسی انسان میں بظاہر کوئی شرعی کوتاہی نہیں پائی جاتی تو وہ اس نقصان کو اپنی روحانی واخروی ترقی کا ذریعہ سمجھے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اور حضرت امام کی یہ نصیحت بھی ہمارے لئے واجب العمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا روزی رساں سمجھے اور ہمیشہ اس کے فضل کے متلاشی رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی رازق حقیقی نہیں ہے پھر آپ کی تعلیمات کا یہ حصہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا کارساز سمجھے جو اسے کارسازِ حقیقی نہیں سمجھتا بلکہ لوگوں پر اپنی حاجتوں کو موقوف رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ لوگ ہی اس کے کارساز ہیں یا فلاں فلاں ہستی اس کی کارسازی کرنے والی ہے اس کا حقیقتاً خدائے قدوس پر بھروسہ نہیں ایسا شخص خسران و نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ کر پائے گا ـــــ امام صاحب کی یہ بات بھی عبرت آموز ہے کہ جو شخص اپنے مال و دولت کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا ہے اسے خدائے کریم کے فضل و کرم کا فیضان نہیں سمجھتا اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک فلک بوس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائے۔ پھر اس کے دونوں پاؤں پہاڑ کی چوٹی سے پھسل جائیں اور وہ زمین پر آگرے تو اس کے لئے اس کی ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو اپنے مال و دولت کو

Marfat.com

صرف اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کو اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ اور کرم سمجھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھے گا نہ تو وہ اسے حاصل کرنے میں ناجائز ذرائع استعمال کرے گا اور نہ ہی وہ اس پر سانپ بن کر بیٹھے گا بلکہ اس کا جذبہ یہ ہوگا کہ اس کی کمائی جائز ذرائع سے ہو اور اس کی دولت خدائے قدوس کے راستے اور اس کے دین کی سربلندی میں صرف ہو۔"

شہیدِ آخرین

کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سے خطوط لکھے اور ان میں آپ کے ساتھ بڑی عقیدت کا اظہار اور کوفہ آنے کے لیے بڑا اصرار کیا اور ہر بڑے چھوٹے، جوان بوڑھے، مرد و عورت نے آپ کا انتظار کیا تو آپ دس ذی الحجہ کو مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ بچوں عورتوں اور مردوں کا ایک قافلہ تھا۔ جو آپ کے اہلِ بیت سے تھے۔ ادھر سے یزید نے عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کے احکام جاری کئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کی سربراہی میں ۴ ہزار افراد پر مشتمل مسلح فوجی دستہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے لڑائی کے لئے بھیجے جانے والوں میں بہت سی تعداد ان لوگوں کی تھی۔ جنہوں نے آپ کو عقیدت کے خطوط لکھے اور کوفہ آنے کی دعوتیں بھیجیں یہ شیعان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے مگر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بے وفائی کا جو مظاہرہ کیا تھا وہی حضرت امام حسین

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔

چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو خط پڑھ کر بھی سنائے اور لکھنے والوں کے نام لے لے کر پوچھا کہ تم میں فلاں شخص ہے؟ اور فلاں شخص ہے؟ یہ ان کے خطوط ہیں انہوں نے تسلیم کیا کہ ہم نے خط لکھے مگر اب وہ یزید کے ساتھ ہیں۔ آخر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرنے پر قطعاً تیار نہ ہوئے اگرچہ آپ پر دریائے فرات کا رجوان پانی بند کر دیا گیا اور آپ کو بچوں سمیت پیاسا رکھا گیا مگر خانوادہ اہل بیت کے پائے استقلال میں کوئی تزلزل نہ آیا۔ کیونکہ وہ ایمان و یقین کی اس منزل پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں پہنچنے کے بعد انسان حق و صداقت اور اسلام کے احکام کی تعمیل پر کوئی سودا کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ خواہ اسے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔ چنانچہ اپنے کنبہ کو سپرد خدا کیا اور آخر میں خود بھی جام شہادت نوش فرما کر نخلستان اسلام کی اپنے خون سے آبیاری کی۔

بظاہر اگرچہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت سے ہمکنار کر دیئے گئے لیکن انہوں نے اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ سے حیاتِ ابدی پائی۔ اگرچہ بظاہر یزید زندہ رہا لیکن درحقیقت وہ اس کی موت تھی۔ آج ممبر و محراب، حضرت امام حسین اور دیگر شہدائے کربلا کے نام سے رونق پاتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ رضائے خدا کے نغمے بھیجے جاتے ہیں۔ جب کہ یزید اور اس کے ساتھیوں کا نام دنیائے اسلام میں احترام کے ساتھ نہیں بلکہ نفرت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ قربانی مسلمانانِ عالم کے لئے سبق آموز ہے کہ اگر کوئی زندہ جاوید ہونا چاہتا ہے تو اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ باطل کے آگے سرنگوں ہونے کی بجائے ایمانی حمیت کا مظاہرہ کرے اور حق کا بول بالا کرنے کرنے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید ہو کر جو ابدی زندگی حاصل کی اس کا ذکر قرآنِ پاک میں اس طرح سے کیا گیا ہے

"جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں"

مسلک اہلِ سنت جو قرآنِ پاک کی اس آیت پر مبنی ہے چونکہ اہلسنت شہیدوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں زندۂ جاوید سمجھتے ہیں اس لئے ان پر ماتم کرنا ہرگز روا نہیں رکھتے۔ بلکہ ماتم کرنا قرآنِ پاک کے اس حکم کے منافی سمجھتے ہیں۔ بقولِ شاعرِ مشرق ؎

کافر ہیں جو قائل ہیں مماتِ شہدا کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

Marfat.com

حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

امام عبدالشکور سالمی علیہ الرحمہ اور دیگر آئمہ اہلِ سنت تمہید وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح کرلی تھی اس لئے جس خطاءِ اجتہادی پر پہلے تھے اور حضرت علی اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا اس سے انہوں نے رجوع کرلیا تھا اور دونوں میں مصالحت ہوگئی تھی۔ اس لئے مخالفینِ صحابہ کا اس جھگڑے کی وجہ سے حضرت معاویہ کو بُرا کہنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اگر حضرت معاویہ ایسے ہوتے جیسے مخالفین صحابہ ان پر الزام عائد کرتے ہیں تو حضرت علی ان سے مصالحت نہ کرتے کیونکہ خدا اور رسول کے دشمن سے مصالحت جائز نہیں اور حضرت علی کے بعد امام حسن و امام حسین ان کو خلافت نہ سونپتے اور ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے اور حدیث میں جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اگرچہ عام طور پر اُن کے قتل کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقاء و صحابہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو حضرت معاویہ کے رفقاء اور صحابہ میں سے کسی نے قتل نہیں کیا۔ چنانچہ امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے وفاالوفا

Marfat.com

میں لکھا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو کسی صحابی نے قتل نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو خارجیوں نے ہی قتل کیا۔

بہر صورت حضرت علی و معاویہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا تھا اگرچہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا خطا پر تھے لیکن دونوں اللہ کے نزدیک مخلص تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل اور زیادہ علم والا سمجھتے تھے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے معاملہ میں انہیں شبہ لگ گیا تھا جس سے وہ خطاء اجتہادی کے مرتکب ہوئے اور خطاء اجتہادی میں مجتہد گنہگار نہیں ہوتا بلکہ ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

اور یہ سوال کہ کیسے معلوم ہو کہ وہ مجتہد تھے اس کی دلیل کیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے مناقب صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ فقیہہ ہیں اور فقیہہ مجتہد کو کہتے ہیں۔ اگرچہ مجازاً ناقل فتویٰ کو بھی کہہ دیتے ہیں تاہم اس لفظ کا حقیقی استعمال مجتہد کے لئے ہی ہوتا ہے۔ پھر حضرت معاویہ کے ہمراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں حضور نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔ اس جھگڑے میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس بات کا اعتراف فرماتے تھے کہ میرے مدِ مقابل حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو شبہ ہوا ہے اور

Marfat.com

مغالطہ لگ گیا ہے اور دل سے وہ مخلص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے ایک شخص نے شہید کر دیا تھا۔ جب کہ وہ دونوں فریقین کے درمیان مصالحت سے بہی پہلے حضرت عمار بن رضی اللہ عنہ کے دیکھ کر سے الگ ہو سکے تھے اور ان کا الگ ہونا اپنی خطا سے حق کی طرف رجوع تھا جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صلح کر لینا اپنی خطا سے رجوع تھا۔ اسی لئے حسنین کریمین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کو خلافت سونپی اور ان کی بیعت کی۔

اگر ان کے علم میں ان کا رجوع لے آنا ہوتا تو وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔

رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ..... اگرچہ مورخین ان کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اس مقصد کے لئے نکلی ہی نہ تھیں بلکہ وہ دونوں فریقوں میں مصالحت کرانے تشریف لے گئیں تھیں۔

چنانچہ امام عبدالشکور سالمی لکھتے ہیں

وانما جاءت طلباً للمصالحة

یعنی وہ مصالحت ہی کے لئے تشریف لے گئیں تھیں۔

اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ آپ حق پر تھے اور مظلومیت میں شہید کئے گئے۔

رشید بن رشید کتاب میں جو لکھا گیا کہ آپ نے خلیفہ حق یزید کے خلاف بغاوت کی تھی جس پر جامعہ اشرفیہ سمیت کئی ایک علما دیوبند کی تصدیقیں اور

Marfat.com

مہریں ہیں) درست نہیں ہے۔ اور اہلِ سنت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن و حسین کی حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد خلیفہ برحق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ اس وقت سب نے ان کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا۔ نیز محمود شاہ ہزاروی جنہیں محدث ہزاروی کہا جا رہا ہے اور وہ اہلِ سنت کے روپ میں پیری مریدی بھی کر رہے ہیں اور بہت سے سنی غلط فہمی سے اس کے مرید بھی ہیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے جا اعتراض کرتا اور درحقیقت رافضیت کو فروغ دے رہا ہے حضرت معاویہ کاتبِ وحی اور صحابیٔ رسول ہیں۔

قرآن و سنت کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔

لیکن یزید کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے سے اس کی خلافت صحیح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابہ نے اس کی بیعت بھی کر لی تھی۔ جن میں سے حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن حنظلہ ـــــ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی تھے اور بعض صحابہ کا اس کی بیعت کرنا اس بنا پر تھا کہ مملکتِ اسلامیہ کے نظام میں تعطل نہ ہو۔

بامر مجبوری اور ملکی و ملی ضرورت کے تحت انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا

لیکن حضرت امام حسین اور بعض دیگر حضرات جنہوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا کا موقف یہ تھا کہ چونکہ یزید کی بیعت پر اکابر وقت صحابہ جمع نہیں ہوتے اس لئے اس کی خلافت ابھی واجب تسلیم نہیں ہے اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفیوں کی دعوت پر یزید کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے

Marfat.com

تشریف لے گئے تھے اور آپ کے بھیجے ہوئے نمائندوں حضرت مسلم بن عقیل نے کوفیوں سے جو بیعت لی تھی وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ہی کی بیعت لی تھی۔ اگر ان کی نظر میں یزید کی خلافت مسلم ہوتی اور یزید شرعی طور پر خلیفہ ہوتا تو وہ اس کے خلاف کبھی قدم نہ اٹھاتے۔

خلافت حسین پر کوفیوں سے کبھی بھی بیعت نہ لی جاتی کیونکہ ایک وقت میں اسلامی ریاست کے دو خلیفے نہیں ہو سکتے اور چونکہ امام حسین اور ان کے رفقاء کے نزدیک یزید خلیفہ ہی نہ تھا اس لئے ان کا اس کے خلاف قدم اٹھانا ہرگز بغاوت قرار نہیں پاتا۔

رہا یہ سوال — کہ آپ نے میدان کربلا میں یہ بات کیوں فرمائی کہ میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لو۔ یا مجھے واپس جانے دو۔ یا مجھے سرحد پر بھیج دو تاکہ میں جہاد میں مصروف رہوں۔ یا مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۵۸۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۷۱ ج ۸ پر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ جانتے تھے کہ یزیدی لشکر ان کی بات نہیں مانے گا۔ کیونکہ آپ کو اس وقت ظاہری صورت حال دیکھ کر اپنی اس شہادت کے واقع ہونے کا یقین ہو چکا تھا۔ جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی اس لئے آپ نے اتمام حجت کے لئے ایسا فرمایا تھا تاکہ روز قیامت اللہ کے حضور قاتلوں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس کے علاوہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کے واضح معنی بیعت کرنے کے بھی نہیں ہیں بلکہ یہ اس جملہ کے ایک اجتماعی معنی ہیں جب کہ اس کے معنی مصافحہ کرنے کے بھی ہو سکتے ہیں اور مصافحہ کرنے سے بیعت

Marfat.com

نہیں ہو جاتی۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ آپ اس سے کچھ شرائط منوا کر ہی بیعت کر سکیں گے ان شرائط میں ہو سکتا ہے ان کمزوریوں اور خرابیوں سے توبہ کرانا ہو جن کی رو سے وہ آپ کے نزدیک بیعت و خلافت کا اہل نہیں قرار پاتا تھا۔ واللہ اعلم

جب ان حضرات کو جنہوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی یزید کے فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا علم ہوا تو اس کا بُرا منانے کے باوجود اس کی بیعت توڑنے میں اختلاف ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ایسے بعض حضرات کا مؤقف یہ تھا کہ حاکم وقت فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے صرف اس کی بیعت پر قائم رہے بلکہ دوسروں کو بھی قائم رہنے کی تلقین کی تاکہ نظم مملکت میں سیاسی تعطل واقع نہ ہو اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ جیسے دوسرے حضرات کا مؤقف یہ تھا کہ حاکم فسق و فجور اور غیر شرعی حرکات کے ارتکاب سے حاکم نہیں رہتا معزول ہو جاتا ہے اور اس کی بیعت فسخ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فسخ بیعت کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے کہ فاسق مسلمانوں کا حکمران نہیں ہو سکتا کیونکہ فاسق مردود الشہادت ہے اور وہ جب اس قابل ہی نہیں کہ اس کی شہادت لی جائے تو وہ اس قابل کہاں ہے کہ وہ اسلامی ریاست کا سربراہ ہو۔

ہماری تحقیق بھی یہی ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا مؤقف ہی صحیح تھا کہ یزید کی خلافت مستحکم نہیں ہو پائی تھی۔ لہٰذا وہ شرعاً خلیفہ قرار نہیں پایا تھا کیونکہ یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ہی حضرت معاویہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تھا اور اگر وہ شرعی طور پر اور سب اہل حل وعقد کے نزدیک مسلمہ خلیفہ ہوتا تو اسے بعد میں اپنی بیعت کے لئے کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کیونکہ عبداللہ بن زبیر، محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل رائے اس کی بیعت پر متفق نہیں ہوئے تھے اور ان کا مؤقف حق تھا۔ لہٰذا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغی قرار نہیں پاتے بلکہ یزیدی ہی دراصل اس حق کے باغی تھے جس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گامزن تھے۔ چنانچہ امام عبدالشکور سالمی علیہ الرحمہ جو پانچویں صدی کے آئمہ اہل سنت میں سے ہیں۔ اپنی کتاب تمہید شریف میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت رو پڑے جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضور کیوں روئے؟ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزیدیوں کو باغی قرار دیا جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

تعداد شرکاءِ کربلا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی تعداد ۷۲ تھی جن میں سے ۳۲ گھوڑوں پر سوار تھے اور ۴۰ پیدل تھے۔ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے ۷۲ نے جام شہادت نوش فرمایا اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ آپ کے جسدِ پاک پر گھوڑے دوڑائے گئے یہ صحیح نہیں ہے

Marfat.com

اور یزیدی لشکر میں سے ۸۸ مارے گئے۔ حضرت محمد بن حنفیہ برادر امام حسین سے مروی ہے کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی اولادِ کریمہ میں سے جن مردوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جامِ شہادت نوش کیا ان کی تعداد ۱۷ ہے اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کی تعداد ۱۶ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے ہمراہ ان کی اور ان کے بھائیوں کی اولاد اور اہلِ بیت میں سے ۲۳ مردوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کے بھائیوں میں سے جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر شہید ہوئے۔ اور آپ کی اولاد میں سے علی اکبر اور عبداللہ اور آپ کے بھائی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے عبداللہ قاسم اور ابوبکر شہید ہوئے۔ عبداللہ بن جعفر کی اولاد سے عون و محمد عقیل کی اولاد سے جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن، مسلم بن عقیل کوفے میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل شہید ہوئے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ان کے رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر بھی شہید ہوئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے علی بن حسین (زین العابدین) اور ان کے بھائی عمر بن حسین رضی اللہ عنہما زندہ رہے۔ جب قافلہ یزید کے پاس دمشق پہنچا تو یزید نے حضرت امام حسین کے صاحبزادے عمر سے کہا جو بہت ہی چھوٹے تھے کہ تم میرے بیٹے خالد بن یزید کے ساتھ کشتی کرو گے تو صاحبزادے نے فرمایا ضرور کروں گا۔ لیکن اس طرح کہ میرے ہاتھ میں بھی چھری دے دو اور اپنے بیٹے کے ہاتھ میں بھی چھری دے دو۔ پھر تماشا دیکھو یزید اس جواب سے شرمندہ ہوگیا۔ اس کا مقصد خوش طبعی کرنا تھا۔ لیکن صاحبزادے نے سنجیدگی

Marfat.com

سے جواب دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۵)

نیز امام ابنِ کثیر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ اہلِ بیت کی مستورات کو بے پردہ کر دیا گیا اور اسی حالت میں انہیں کوفہ اور کوفہ سے دمشق لے جایا گیا۔ رافضیوں کی من گھڑت بات ہے۔

امام حافظ ابنِ کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یزید کے لشکر میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو حضرت امام حسین کے شہید کرنے پر راضی نہ تھے اور یہ کہ خود یزید بھی اس بات پر راضی نہ تھا لیکن اُس نے ابنِ زیاد کی اس ظالمانہ حرکت کی کوئی سزا نہ دی البتہ اُس کی اس حرکت پر لعنت کی اور زبانی کلامی اُسے بُرا بھلا کہا اور حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ ظنِ غالب یہ ہے کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس زندہ پہنچائے جاتے تو وہ ان سے درگذر کرتا۔ جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے حضرت امام حسین رضؓ سے درگذر کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو امام حسین رضؓ کی شہادت پر رنج محسوس کرنی چاہیئے کیونکہ آپ ساداتِ مسلمین اور علمائے صحابہ میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی شان والی صاحبزادی کے نورِ نظر تھے اور لکھتے ہیں امام حسین عبادت گذار، بہادر اور سخی تھے لیکن شیعہ حضرات کا ماتم کرنا اور جلوس نکالنا اور پیٹ پٹ کی حد تک رنج و الم کا مظاہرہ کرنا جو زیادہ تر ریاکاری اور شو بازی پر مبنی ہے۔ لائقِ تحسین فعل نہیں ہے۔ حالانکہ ان کے والدِ ماجد حضرت علی مرتضیٰ جو شان میں اُن سے بڑھ کر تھے سنہ۴۰ھ ۲۷ رمضان کی صبح کو جمعہ کے دن صبح کی نماز کو جاتے ہوئے شہید کئے گئے۔ ان کا کسی نے بھی ماتم کیا اور نہ ان کی شہادت کو رسمِ ماتم بنا دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی

Marfat.com

جو اہل سنت کے نزدیک حضرت علی سے افضل تھے۔ ۳۶ھ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں اپنے گھر کے اندر قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر شہید کئے گئے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے قتل کو یوم ماتم نہیں بنایا اور اسی طرح حضرت عمر فاروق جو حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے افضل تھے۔ محراب میں صبح کی نماز کی امامت کراتے اور قرآن پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں بے دردی سے شہید کئے گئے۔ لوگوں نے ان کے یوم شہادت کو بھی یوم ماتم نہ بنایا۔ اسی طرح صدیق اکبر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی افضل تھے ان کے بعد یوم وفات کو یوم ماتم نہیں بنایا گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا و آخرت کے بنی نوع انسان کے لئے آقا و سردار ہیں ان کے وصال کے روز کو یوم ماتم نہیں بنایا گیا۔ مگر جاہل رافضیوں کی عقل کو کیا ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت کو یوم ماتم بنا ڈالا اور ہر سال ماتم کرتے چلے آتے ہیں۔ حالانکہ اظہار رنج کے لئے انا للہ وانا الیہ راجعون سے بہتر کوئی کلمہ نہیں۔ چنانچہ امام احمد کی مسند اور سنن ابن ماجہ میں خود حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو راہ خدا میں کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اسے جب بھی یاد آئے اگرچہ اسے ایک مدت گذر گئی ہے اس پر وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس ثواب کے برابر اجر عطا فرماتا ہے جو اسے مصیبت کے روز صبر کرنے پر اللہ نے عطا کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

Marfat.com

صحابہ و اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں شیر و شکر تھے

حضرت علی مرتضیٰ و امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم کا اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھنا۔ اس امر کا ثبوت قطعی ہے کہ ان حضرات کو ان خلفاء ثلاثہ سے عقیدت و محبت تھی۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے دشمن کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہیں رکھتا۔

نکاح اُمِّ کلثوم

اور اس کے علاوہ یہ بات بھی قطعاً صحیح اور سنی و شیعہ دونوں حضرات کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُمِّ کلثوم جو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی حقیقی بہن تھیں کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔ جن سے ان کے ایک صاحبزادے حضرت زید پیدا ہوئے اور جوان ہوئے۔ اور جنگِ صفین میں جو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی۔ وہ اپنے نانا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اور اس لڑائی میں حصہ لیا۔ ان کے علاوہ ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام رقیہ بنت عمر رضی اللہ عنہا تھا۔

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۵۶۔۱۵۷ پر لکھتے ہیں

(ترجمہ) حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اپنے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاجزادی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مانگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر پیش کیا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے اور یہ کہ انہوں نے اسے اپنے بھائی جعفر کے بیٹے کے لئے مخصوص کیا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے گذارش کی کہ میں اسے نفسانی خواہش کے لئے نہیں چاہتا بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور ازدواجی (سسرالی، دامادی) رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے نسبی وازدواجی تعلق کے۔ اور ہر عورت کے بیٹوں کا نسب ان کے باپ سے چلتا اور باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن میری بیٹی فاطمہ کی اولاد کا نسب مجھ سے منسوب ہو گا۔ پس میں ہی ان کا باپ اور عصبہ ہوں اور ایک دوسری روایت میں ہے جسے امام بیہقی اور امام دارقطنی نے ایسی سند سے روایت کیا جس کے تمام راوی اہل بیت کی بڑی شخصیتیں ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاجزادیوں کو اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے لئے مختص کر رکھا تھا پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور گذارش کی کہ اے ابوالحسن اپنی صاجزادی اُم کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے ساتھ نکاح کر دو تو حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لیے روکا ہوا ہے اس پر حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے گذارش کی کہ خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ ہو گا جو آپ کی صاحبزادی کے ساتھ اس قدر حسنِ سلوک کا خیال رکھے گا۔ جس قدر میں رکھوں گا (کیونکہ میں ازراہِ عقیدت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبی محبت کے تقاضے سے اسے چاہتا ہوں)۔ لہٰذا اے ابوالحسن! (براہ نوازش) اس کا مجھ سے نکاح کر دیجئے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بے شک میں نے اپنی بیٹی اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہ کا آپ سے نکاح کر دیا"۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ روضہ میں اپنی مجلس میں جہاں مہاجرین وانصار بیٹھے تھے تشریف لائے تو ان سے فرمایا کہ مجھے مبارک بادی دو، صحابہ نے عرض کی اے امیرالمومنین! کس بات کی مبارک باری دیں؟ فرمایا حضرت علی کی صاحبزادی اُمِ کلثوم کی۔ پھر آپ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی سنانا شروع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ازدواجی دسسرالی ودامادی، رشتہ یا سببی (اس سے مراد بھی یہی رشتہ ہے)، اور نسبی رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا سوائے میرے ازدواجی، سببی اور نسبی رشتہ کے"۔ اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحبت کا شرف تو حاصل

Marfat.com

ہے لیکن میں چاہتا تھا کہ میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سببی (دامادی) تعلق بھی قائم ہو جائے۔"

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جو اہل بیت کی سند سے مروی ہے۔ اس بات پر تعجب زیادہ ہی آتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض ان پڑھ سادات حضرت عمر کے حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح ہونے کا انکار کرتے ہیں لیکن یہ کوئی اس قدر بڑی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ان بے چارے انکار کرنے والوں کو علماء کرام کی صحبت کا فیض ہی حاصل نہیں اس لئے ان کی معلومات ہی بہت کم ہیں اور اس کے باوجود ان کی عقلوں پر رافضی لوگوں نے تسلط و قبضہ کیا ہوا ہے ان کے دماغوں میں رافضیوں نے ہی اس بات کا انکار داخل کر دیا ہے تو یہ ان پڑھ سادات (جو علماء دین کی صحبت و تعلق سے دور ہیں) ان رافضیوں کے پیچھے چل پڑے اور وہ یہ نہ جان پائے کہ رافضیوں کا انکار عین جھوٹ اور ایک مسلمہ حقیقت کا بے جا انکار ہے کیونکہ جو شخص علماء کی صحبت سے فیض یاب ہو اور احادیث و تواریخ کا مطالعہ رکھتا ہو وہ ضرور جانتا ہو گا کہ حضرت علی نے اپنی صاحبزادی کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا تھا اور یہ کہ اس کا انکار جہالت، ایک کھلی حقیقت کا بے جا انکار، عقل کی کمی اور دین کی بربادی ہے۔

اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے

حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سببی اور نسبی تعلق ہو۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن

Marfat.com

اور حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اپنی بہن ام کلثوم کا اپنے چچا سے نکاح کر دو۔ انہوں نے عرض کی یہ عورتوں میں سے ایک عورت (یعنی عاقلہ و بالغہ) ہو کر اپنے لئے خود ہی کوئی رشتہ پسند کر لے گی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے تو حضرت حسن نے ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی کہ ابا جان! ہم آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے اس کے بعد دونوں بھائیوں نے اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر پہ چڑھے پھر فرمایا اے لوگو! بلاشبہ خدا کی قسم مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کا کسی چیز نے شوق نہیں دلایا۔ سوائے اس بات کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا تمام حسب و نسب، سبب اور ازدواجی رشتے قیامت کے دن ٹوٹ جائیں گے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناؤ سنگار (جیسے اس زمانہ میں بچیوں کو کراتے تھے) کرایا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا حضرت عمر نے جب حضرت ام کلثوم کو دیکھا تو بطور تعظیم کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور پیار کیا اور

Marfat.com

ان کے لئے دُعا فرمائی۔ پھر جب اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئیں تو حضرت عمر نے ان کی پنڈلی کو پکڑ لیا (اور وہ ٹھہر گئیں) اور فرمایا کہ اپنے ابا جی سے کہنا کہ بے شک میں (عمر) راضی ہوں بے شک میں راضی ہوں تو جب اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہیں حضرت عمرؓ کی ساری باتیں بتائیں اور حضرت علی نے اُم کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا اور حضرت اُم کلثوم کے بطنِ مقدس سے حضرت عمر کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا اسمِ گرامی حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہما تھا (اور اس زید بن عمر نے جنگِ صفین میں حضرت معاویہ کے مقابلہ میں اپنے نانا جان حضرت علی کے ہمراہ حصہ لیا۔ جوانی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ

جب حضرت عمر نے اپنے لئے حضرت علی سے اُم کلثوم کا نکاح مانگا تو حضرت علی نے جواب دیا کہ میں مشورہ کر لوں۔ تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بچوں سے مشورہ کیا تو سب نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت حسین خاموش رہے اور حسن بولے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے ابا جان! حضرت عمر کے بعد کون

Marfat.com

سی شخصیت (ہمارے لئے باعثِ افتخار ہوگی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا سے (ظاہری) پردہ فرمایا تو وہ حضرت عمر سے راضی تھے پھر وہ خلیفہ بنے تو عدل وانصاف کی ترازو کو قائم رکھا۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا۔ حسن! تم نے سچ کہا (میں دل سے ان کے لئے اُم کلثوم کا رشتہ چاہتا تھا اور راضی تھا) لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ میں تمہاری رضامندی کے بغیر ایسا کام کروں۔ پھر آپ نے اپنی صاحبزادی اُم کلثوم کو حضرت عمر کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ تم امیرالمؤمنین کے پاس چلی جاؤ اور ان کو جاکر کہہ دو کہ میرے باپ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی حاجت جو آپ چاہتے تھے پوری کردی۔ اس پر حضرت عمر نے انہیں پکڑا اور اپنے ساتھ لگا لیا اور فرمایا کہ وہ ان کی زوجہ ہوگئیں۔ الخ۔ اس روایت روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان سُسر اور دامادی کا بھی تعلق ہو تاکہ روزِ قیامت اس خاص تعلق کی وجہ سے ہونے والی خصوصی شفاعت کا بھی مستحق ہوں)

امام ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح سے پہلے حضرت اُم کلثوم کو گود میں بٹھانا اور پیار کرنا ان کی تعظیم تکریم اور اس عقیدت کی بنا پر تھا جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت سے تھی۔ جیسے بڑے لوگ چھوٹے بچوں پر شفقت

Marfat.com

فرماتے اور ان سے پیار کرتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت یہ چھوٹی تھیں سن بلوغت کو نہیں پہنچی تھیں کہ اس صورت میں یہ بات ممنوع ہوتی ہے اگر وہ چھوٹی نہ ہوتیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں بناؤ سنگار کرا کر حضرت کے پاس اکیلی کو نہ بھیجتے۔

پھر حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت منذر و ابن عباس و ابن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ کی ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے۔ جسے امام شمس الدین ذہبی نے صالح السند قرار دیا ہے۔ اس کے بعد امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی قرابت حاصل کرنے میں آخرت کا بہت بڑا نفع ہے۔

شیعہ حضرات کی کتاب کا حوالہ

حضرت اُمِ کلثوم کے اس نکاح کا ثبوت شیعہ حضرات کی مشہور کتاب فروع کافی اور وسائل الشیعہ میں بھی موجود ہے۔

فروع کافی اور وسائل الشیعہ کے باب " المتوفی عنها زوجها المدخول بها این تعتد وما یجب علیها " کے تحت

۱۔ معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس کا خاوند فوت ہو جائے کیا وہ اپنے (خاوند کے) گھر عدت گزارے یا جہاں چاہے عدت گزارے؟ آپ نے فرمایا، بلکہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ (آپ نے اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ) بے شک جب حضرت عمر کا انتقال ہوا حضرت علی

Marfat.com

علیہ السلام اُمِ کلثوم کے پاس تشریف لے گئے اور اسے اپنے گھر لے آئے
(فروع کافی ج ۶ ص ۱۱۵ طبع ایران وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۴۵۶)

سلیمان بن خالد سے اسی فروع کافی میں دوسری روایت مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گذارے گی؟ اپنے خاوند کے گھر یا جہاں چاہے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں چاہے گذار سکتی ہے (پھر اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ) جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو حضرت علی علیہ السلام اُمِ کلثوم کے پاس تشریف لے گئے پس ان کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے آئے۔"

(فروع کافی ج ۶ ص ۱۱۵/۱۱۶ طبع ایران وسائل الشیعہ ج ۷ ص ۴۵۷)

(نوٹ) جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گذارے اس سلسلے میں شیعہ مذہب کا بیان ہو چکا اور اہلِ سنت کے نزدیک اسے خاوند کے گھر ہی عدت گذارنا ضروری ہے لیکن اگر کوئی ایسی مجبوری ہو جائے کہ وہاں عدت گذارنا ناممکن ہو جائے مثلاً اس مکان پر قابض لوگ اسے تنگ کریں یا عورت اکیلی ہو اور چور دن کا خطرہ ہو یا اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو دوسری جگہ عدت گذارنے کی اجازت ہے

۳۔ انساب عرب کے ماہر امام ابو جعفر محمد بن حبیب البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ جو شیعہ مذہب کی طرف مائل تھے اپنی مشہور کتاب "المحبر" میں لکھتے ہیں۔

وتزوج علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاطمۃ صلوات اللہ — اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے نکاح

Marfat.com

عليها صلوات الله الحسن والحسين وزينب وامِ كلثوم فتزوج زينب عبد الله بن جعفر بن ابی طالب رحمه الله وتزوج ام كلثوم عمر بن الخطاب رحمه الله۔

ہوا تو وہاں سے حسن وحسین و زینب و ام کلثوم پیدا ہوئے تو زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا اور ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح ہوا۔

(المجبر ص۵۴)

لہٰذا حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح ہونا ایک امر مسلم ہے اور یہ کہ ان کی آپس میں نہ صرف محبت تھی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرات اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور اسی عقیدت و محبت کی وجہ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان شریف کے ساتھ نسبت کی عظمت کے اعتقاد کی بنا پر ان سے رشتے کرتے تھے۔ ان حقائق سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیعہ حضرات ان مقدس ہستیوں کے درمیان لڑائیوں، جھگڑوں اور بغض وعناد کے جو واقعات بیان کرتے ہیں وہ من گھڑت اور نہایت ہی نامعقول اور جھوٹ پر مبنی ہیں اور اس میں عبداللہ بن سبا ایسے یہودی ایجنٹوں کی خلافِ اسلام سازش ہے۔

◎

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل و مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم

وَاِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (قرآن حکیم)

اور اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اہلبیت کی قسمیں اہلبیت کی تین قسمیں ہیں (۱) اہلبیت سکنی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں جو سکونت (گھر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے آپ کے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔ لہٰذا نص قرآن کی رو سے ازواج مطہرات کا اہلبیت ہونا اظہر من الشمس ہوا۔

سوال ازواج مطہرات اہلبیت نہیں کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو تیں اور اس کی وجہ یہ ہے آیت تطہیر سے قبل ان کے لیے مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جبکہ آیت تطہیر میں عنکم اور یطہرکم کی ضمیریں مذکر کے لیے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا هؤلاء اهل بیتی کہ میرے اہلبیت یہی ہیں۔

جواب ازواج مطہرات یقیناً اہلبیت ہیں اور وہ آیت تطہیر کا مصداق اوّلین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرنا تشیع اور جہالت ہے۔

رہی عنکم اور یطہرکم کی جمع مذکر کی ضمیر تو وہ لفظ اہل کی وجہ سے ہے۔ محاورہ عرب

Marfat.com

میں "اہل" کے لفظ کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ اس کی مصداق عورتیں ہوں چنانچہ قرآن مجید کی ایک جگہ یہ حقیقت قابل مشاہدہ ہے۔ ہم ان شواہد قرآنیہ میں سے صرف ایک شاہد کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

إِذْ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ (طٰہٰ)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں۔

لہٰذا حسب محاورۂ عرب یہاں بھی ازواج مطہرات کے لیے لفظ اہل کے اعتبار سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کا مابعد بھی ازواج مطہرات کے حق میں ہے لہٰذا بہر صورت آیت تطہیر کی اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ اور آنحضرت کا حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ھٰؤلاء اھل بیتی میں کوئی حصری معنے نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ "میرے اہلبیت یہی ہیں" غلط ہے۔ بلکہ ترجمہ ہے "یہ میرے اہلبیت ہیں" اس سے ازواج مطہرات کے اہلبیت ہونے کی نفی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ چونکہ ظاہر نص ان چار حضرات کو شامل نہ تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وافرہ نے ان چار نفوس قدسیہ کو بھی نعمت تطہیر میں شامل فرما دیا۔

غرضیکہ قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد یہی صحیح و مسلم قرار پاتا ہے کہ ازواج مطہرات و حضرات چہار نفوس قدسیہ وغیرہم من اولاد و صلوا تا و یہ سب اہلبیت ہیں۔ یہی امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو امام ابن عساکر و ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

نَزَلَتْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ الخ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً (روح المعانی ج ۲۲ ص ...)

کہ آیت انما یرید اللہ تا آخر ماسوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔

لفظ خاصّۃً زیر نظر ملحوظ خاطر رہے

اسی طرح امام ابن مردویہ نے حضرت ابن جبیر کے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔ اور حضرت عکرمہ سے امام ابن مردویہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا،

انما هو نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص۱۳)	کہ آیت تطہیر کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہی ہیں۔

اس میں لفظ انما جو صیغہ حصر ہے ملحوظ رہے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:۔

کان عکرمة ینادی فی السوق انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا قال نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ حضرت عکرمہ بازار میں منادی فرماتے تھے کہ آیت تطہیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص۷)

۲۔ اہلبیت کا دوسرا قسم نسبی ہے یعنی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق ہے جیسے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کریمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں رضوان اللہ علیہم اجمعین

۳۔ اہلبیت کا تیسرا قسم سببی یا حکمی ہے۔ اور یہ وہی حضرات ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عنایات وافرہ سے اہل بیت میں داخل فرمایا جیسے حضرت واثلہ بن اسقع و حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ہیں۔

بہر صورت ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں "انک علی خیر" کے معنی ہیں کہ تو بھلائی پر ہے (یعنی میرے اہلبیت سے ہے)

Marfat.com

اس کو یہ مطلب لینا کہ تو اہلبیت سے نہیں ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ ایک اور روایت میں اس طرح صاف ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی:

اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكَ ؟ قَالَ بَلٰى دَاخِلَهٗ اَدْخَلَهَا الْكِسَاءَ (الصواعق ص۱۴۱)	کہ حضور کیا میں آپ کے اہلبیت سے نہیں ہوں؟ فرمایا کیوں نہیں اور اسے بھی چادر مبارک میں داخل کر لیا۔

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ صواعق محرقہ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دوسری صاحبزادیوں، اقارب اور مزید برکات کے حصول کے لیے ازواج مطہرات کو بھی چادر تطہیر میں داخل کر لیا۔

امام ابن حجر مکی صواعق اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف مسلول میں فرماتے ہیں خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ غوثیت کبریٰ اہلبیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی۔ سیف مسلول اور مجدد اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظ مبارک میں ہے کہ

غوثیت کبریٰ کے مالک اہلبیت ہیں	غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کو اور امامین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل ہوئے امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے

Marfat.com

حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوتے اور ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث
حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔
حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب
حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی

(الملفوظ ج ۱ ص ۱۲۹/۱۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ہدایت کے ستارے اور میرے اہلبیت کشتی نجات ہیں۔ گویا کشتی نجات پر بیٹھ کر ستاروں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے بحر تاریکی میں سفر آخرت کرنے والا ساحل مراد کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ ستاروں یا کشتی، دونوں سے یا کسی بھی ایک سے بے نیازی برتنے والا ساحل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ۔ نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(اعلیٰحضرت بریلوی)

حدیث شریف میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے (اور ان کے حکم پر چلتے) رہو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت اور نور ہے دوسری میری عترت ـــــ وفی روایۃ مطان عترتی سنتی لما ان العترۃ تلزم السنۃ

آیت مباہلہ کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ مخالفین کو ہمت نہ پڑی ورنہ حضرات اہلبیت کی دعا سے مخالفین کا خاتمہ ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ صاحبزادیاں شریک مباہلہ نہ ہوئیں کہ وہ پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں۔

اہلبیت کے ساتھ محبت وعقیدت فرائض ایمان سے ہے چنانچہ آیت المودۃ فی القربیٰ کا تقاضا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

Marfat.com

آلُ النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی   ارجو بھم اُعطیٰ غداً بالیمینِ صحیفی

کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اسے اللہ نے قرآن میں اتارا اور تمہیں عظمت مرتبہ کر اتنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار میرے لیئے ذریعہ نجات ہے اور آل اطہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کا میرے لیے وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ آل پاک کے صدقے میں قیامت کے دن مجھے میرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ روز قیامت جب اہل بیت کا سوال ہوگا جس طرح کہ حب صحابہ کا) خارجیوں اور ناصبیوں کا جو (اہلبیت سے قطع نظر) صحابہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ ایسے ہی جھوٹا ہے جیسے شیعوں کا (صحابہ سے قطع نظر) اہلبیت سے محبت کا دعویٰ ہے صحابہ واہلبیت دونوں کی محبت جانِ ایمان ہے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

الٰہی بحق بنی فاطمہ ٭ برقولِ ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ٭ من ودست ودامانِ آلِ رسول

نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل

لطف یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کے شیخ الشائخ جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار سے توسل کیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور تصنیف مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

تا سورۃ بر آل نفر ستند امتیاں بما موربہ حاصل نشود فرد
الٰہی بحق بنی فاطمہ ٭ کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

(مسک الختام ج ۱ ص ۵)

یزید بن معاویہ

نام یزید بن معاویہ کنیت ابو خالد خاندان اموی والد کا نام حضرت امیر معاویہ اور دادا کا ابو سفیان رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ ہے۔ یزید ۲۵ یا ۲۶ھ کو زمانہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا۔ موٹا اور بہت گھنے بالوں والا تھا۔ اپنے باپ سے حدیث بھی روایت کی ہے پھر اس سے آگے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبدالملک بن مروان نے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس سے کوئی نازیبا حرکت نہ دیکھی تھی بلکہ بعض حضرات سے اس کی تعریفیں اور فضیلتیں سنی تھیں اس لیے اسے اپنا جانشین بنایا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی،

اللھم ان کنت عھدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغہ ما املت واعنہ وان کنت انما حملنی حب الوالد لولدہ وانہ لیس لما صنعت بہ اھلا فاقبضہ قبل ان یبلغ ذلک

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۷/۱۵۸)

یا اللہ اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت دیکھ کر اپنا جانشین بنایا ہے تو اُسے میری توقع پر پورا اتار اور اس کی مدد فرما اور اگر میں محض شفقت پدری کہ ایک باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے سے اپنا جانشین بنایا اور وہ نااہل ہے تو اُسے عنان حکمرانی سنبھالنے سے پہلے ہی ہلاک کرے۔

کیا صالحین کے لیے کرسی اقتدار حرام ہے؟

بعض لوگ حضرت امام حسین کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کے مقابلے میں اقتدار نہیں چاہتے تھے یہ قطعاً غلط ہے حضرت امام اقتدار کے لیے ہی تشریف لے گئے تھے اور شریعت کی رو سے اس وقت آپ ایسی دینی، روحانی اور مرکزی شخصیت کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب عامۃ المسلمین ایک شرابی وزانی اور دینِ اسلام میں رخنہ ڈالنے والے شخص کے مقابلے میں اس کا دامن

Marfat.com

تھا نہ چاہیں اور دین اسلام کے تحفظ کے لیے اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلائیں تو وہ ان سے ، امن نہ چھڑائے بلکہ ان کی قیادت کرے اور اس ظالم و فاسق اور بدکار کو کرسی اقتدار سے ہٹا کر خود اس پر متمکن ہو اور دین اسلام ایسے جامع نظام حیات کو زمین میں بہ تمام وکمال رائج و نافذ کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا تھا ۔ اَجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ــــ (کہ ملک بھر کے خزانے میرے سپرد کر دے دیکھ کر میں ملک کا نظم و نسق کس احسن طریقے سے چلاتا ہوں) بے شک میں دیانت رکھنے والا ہوں ــــ اس لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلے میں کوفیوں کی درخواست پر کرسی اقتدار پر فائز ہونے کے جذبے سے جانا خواہش نفس سے نہ تھا بلکہ ایک دینی و ملی تقاضے سے تھا ــــ انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء ما نوی (الحدیث) ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں :

وَقَالَ لَہٗ ابْنُ عُمَرَ لَا تَخْرُجْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَہُ اللّٰہُ تعالٰی بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ وَاِنَّکَ بُضْعَۃٌ مِّنْہُ وَلَا تَنَالُھَا یعنی الدنیا ۔
(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۸)

اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ آپ کوفے کو تشریف نہ لے جائیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور آخرت (درویشی) میں سے کسی ایک کے چن لینے کا اختیار دیا تو آپ نے درویشی کو پسند فرمایا اور آپ حضور کے جسم اطہر کے ٹکڑا ہیں اور آپ دنیا (بادشاہت) کو نہیں حاصل کر سکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام خلافت و اقتدار کی خواہش رکھتے تھے اور یزید ایسے فاسق و فاجر کے مقابلے میں ان کا ایسا کرنا ان کی دینی ذمہ داری بھی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین کے اصرار و اعانت سے یزید ایسی مکروہ و ناپسندیدہ قیادت کو بدلنا چاہتے تھے اور آپ یقیناً بجانب حق تھے اور یزید خدا و مصطفیٰ کا باغی تھا۔ دراصل

Marfat.com

باغی وہی ہوتا ہے جو خدا اور رسول کے احکامات کو پامال کرے، اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور جدوجہد کرنے والا باغی نہیں، مجاہد ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے — افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جابر — کہ ظالم قیادت کو کھری کھری سنانا افضل جہاد ہے۔

حضرت امام کو باغی قرار دینا شقاوت اور خروج ہے چنانچہ —— امام اہلسنت گیارھویں صدی کے عظیم ترین مجدد مولانا علی بن سلطان قاری فرماتے ہیں:۔

وَاَمَّا مَا تَقَوَّہٗ بعضُ الجهلة مِن اَنَّ الحسينَ كَانَ باغِيًا فباطِلٌ عند اهل السنةِ والجماعةِ ولعلّ هذا من هذيانات الخوارج عن الجادة	کہ یہ جو بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ امام حسین باغی تھے اہل سنت وجماعت کے نزدیک غلط ہے اور شاید یہ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے (خارجیوں) کی بڑ ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۸۷)

یزید پلید کی شقاوتوں کا جائزہ لینا ہو تو مدارج النبوۃ ونبراس و دیگر کتب محققین کا مطالعہ فرمائیں۔ ایسے ایسے انکشافات پائیں گے جن سے ایک مسلمان کے جذبات بے قابو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لیے صرف محدثین کی نظر میں یزید کی حیثیت واضح کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا

امام سیوطی تاریخ الخلفاء اور امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ نوفل بن ابی الفرات (اور تہذیب التہذیب میں ہے نوفل بن ابی عقرب) نے حضرت امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا۔

فقال تقولُ اميرُ المومنين وامَرَ به فضُرِبَ عشرِين سَوْطًا. (تاریخ الخلفاء ص۱۲۰ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۶۱)	آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید پلید کو امیر المومنین کہتا ہے اور آپ کے حکم سے اس شخص کو بیس کوڑے مارے گئے۔

Marfat.com

سنہ ۶۳ھ میں جب اہل مدینہ کو یزید کی خباثت کا علم ہوا تو جو لاعلمی میں اس سے بیعت کر چکے تھے انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی یعنی اس کی نافرمانی (جسے آج کی نئی اصطلاح میں سول نافرمانی کہتے ہیں) کا اعلان کر دیا۔ تو یزید نے اہل مدینہ پر فوج کشی کی تین روز تک اہل مدینہ کا قتل عام ہوا جن میں صحابہ و صحابیات تک شامل تھے۔ مسجد نبوی میں اذان و نماز تک کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یزیدی لشکر نے مسجد میں گھوڑے باندھے۔ اور اس کی ناپاک فوج نے کعبہ معظمہ تک کی بے حرمتی کی اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پلید پر عائد ہوتی ہے۔ آخر ۶۴ھ میں یہ کمبخت ہلاک ہو گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں،

ولیست لہ روایۃ تعتمد (ج ۱۱ ص ۳۶۱)	کہ یزید کی کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ہے۔

یہی امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں،

ولیس باھل ان یروی عنہ (ص ۵۶۲)	کہ یزید اس بات کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔

امام علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الانصاری خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان ولی بعھد من ابیہ واستباح المدینۃ ثم یعلہ اللہ تعالیٰ ھلاک سنۃ اربع وستین (ص ۴۲۴)	یزید بن معاویہ بن ابی سفیان باپ کا ولی عہد بنا اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت نہ دی۔ ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔

امام اہلسنت تاریخ اسلام کے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یزید کے بارے میں ہمارا وہی مسلک ہے جو ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے یعنی توقف کہ خود اسے کافر نہ کہیں گے اور تکفیر کرنے والے کو منع بھی نہ کریں گے۔

Marfat.com

امام واقدی نے متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہِ مَا خَرَجْنَا عَلٰی یَزِیْدَ حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نُّرْمٰی بِالْحِجَارَۃِ مِنَ السَّمَاءِ اِنَّ رَجُلًا یَنْکِحُ اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ وَالْبَنَاتِ وَالْاَخَوَاتِ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَیَدَعُ الصَّلٰوۃَ (تاریخ الخلفاء صنہ ١٦٠)

قسم بخدا یزید سے ہم نے اس وقت ہی بغاوت کی جب ہمیں اس بات کا ڈر لگنے لگا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے وہ امہات الاولاد، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے، شراب پینے اور نماز چھوڑنے لگ گئے تھے۔

اور امام ذہبی، ابن تیمیہ کے شاگرد رشید فرماتے ہیں،

وَلَمَّا فَعَلَ یَزِیْدُ بِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَا فَعَلَ مَعَ شُرْبِ الْخَمْرِ وَاِتْیَانِہِ الْمُنْکَرَاتِ اِشْتَدَّ عَلَیْہِ النَّاسُ وَخَرَجَ عَلَیْہِ غَیْرُ وَاحِدٍ وَلَمْ یُبَارِکِ اللّٰہُ فِیْ عُمُرِہٖ

اور جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ساتھ ہی شراب و بدکاریوں کا دور دورہ چلایا تو لوگ اس کے باغی ہو گئے اور اللہ نے اس کی عمر میں برکت نہ فرمائی۔

(تاریخ الخلفاء صنہ ١٦٠)

یہ امام ذہبی کی شہادت ہے جو علامہ ابن تیمیہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ اور خود امام ابن تیمیہ یزید کے بارے میں نہایت نرم خیال ہونے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوم و شہید اعتقاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو،

تَمَکَّنَ اُولٰئِکَ الظَّلَمَۃُ الطُّغَاۃُ مِنْ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قَتَلُوْہُ مَظْلُوْمًا شَہِیْدًا (الٰی اَنْ قَالَ) فَاِنَّ مَا قَصَدَہٗ مِنْ تَحْصِیْلِ الْخَیْرِ وَدَفْعِ الشَّرِّ لَمْ یَحْصُلْ

ظالموں سرکشوں نے نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پالیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا حالانکہ آپ مظلوم و شہید ہیں۔ آپ نے جو نیک مقصد کو حاصل کرنے اور یزید کے شر کو دور فرمانے کا ارادہ کیا تھا وہ کچھ بھی حاصل

Marfat.com

نہ ہو سکا۔ | منہ شق" (منہاج السنۃ ج ۲ صفحہ ۲۴۲/۲۴۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام کا یزید کے خوف صدائے احتجاج بلند کرنا اور اس کی ناپاک ومی لم عکمرانی زخترن رنا آپ کا نیک مقصد تھا آپ کا قتل باغی کے طور پر نہیں مظلوم وشہید کے طور پر ہے۔
یزید ہی دراصل ظالم وطاغی تھا اور وہ عامۃ المسلمین کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔
چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقتل من قتل وبایع مسلم الناس علی انھم خول لیزید یحکم فی دمائھم واموالھم بما شاء وانھم اعبد له من فی طاعۃ اللہ ومعصیته

(فتح الباری ج ۱۳ صفحہ ۶۱)

اور اہل مدینہ کے قتل عام کے بعد بقیہ لوگوں سے مسلم بن عقبہ یزید کے حق میں اس بات کا عہد لیا کہ وہ یزید کے تابعدار رہیں گے اور یزید کو ان کے جان ومال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہوگا اور ہر جائز وناجائز بات میں یزید کے فرمانبردار رہیں گے۔

سوال وجواب

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی اور جب لوگوں نے اس کی بیعت توڑی تو وہ ناراض ہوئے اور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی دھمکی دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی شرح میں امام عسقلانی و امام قسطلانی فرماتے ہیں:

فیه وجوب طاعۃ الامام الذی انعقدت له البیعۃ والمنع من الخروج علیه وانه لا ینخلع بالفسق

کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی بیعت تمام ہونے کے بعد اس کی فرمانبرداری ضروری اور اس کی نافرمانی ممنوع ہے اور وہ فسق سے اپنے عہدۂ امارت سے معزول نہیں ہوتا۔

—— (فتح الباری ج ۱۳ صفحہ ۶۱ و ارشاد الباری ج ۱۰ صفحہ ۱۹۹) ——

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے کیوں انکار کیا؟ —— اس کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر زاہدانہ مزاج رکھتے اور گوشہ نشین رہتے تھے جب کہ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے انہیں یزید کے بارے میں یقینی ذرائع سے ان اسباب کا علم نہ پہنچا جن سے کوئی شخص ناقابل بیعت قرار پاتا یا اپنے عہدۂ امارت سے معزول متصور ہوتا ہے اور امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو علی وجہ البصیرۃ اور یقینی ذرائع سے اس کا علم ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے بیعت سے انکار کیا اور بیعت شدہ حضرات نے بیعت توڑ دی اور شریعت میں یہی ہے۔ چنانچہ ——
محدث اعظم و فقیہہ اکرم مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واجمعوا علی ان الامامۃ لا تنعقد لکافر ولو طرأ علیہ الکفر انعزل وکذا لو ترک اقامۃ الصلوات والدعاء الیہا وکذا البدعۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج، ص۲۰۱)	یعنی اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمانوں کا امیر نہیں ہو سکتا اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے تو وہ معزول ہو گیا اور اسی طرح بادشاہ اگر نماز اور نماز کی تبلیغ چھوڑ دے اور اسی طرح وہ بدعت کا حامی ہو جائے تو وہ اپنے عہدے سے معزول ہو چکا۔

یعنی اس پر فرض ہو گا کہ وہ کرسی اقتدار سے الگ ہو جائے یا جماعۃ المسلمین اسے زبردستی علیحدہ کر کے متبادل صالح شخص کو اپنا سربراہ مملکت بنائیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

وجب علی المسلمین خلعہ ونصب امام عادل ان امکنہم ذلک (ج، ص۲۰۱)	یعنی اگر مسلمانوں سے ہو سکے تو ایسے سربراہ کو علیحدہ کر کے اس کی جگہ نئے صالح شخص کو سربراہ بنائیں۔

اور امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری و امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الذی علیہ العلماء فی امراء الجور انہ ان قدر علی خلعہ بغیر فتنۃ ولا ظلم وجب	یعنی ظالم سربراہوں کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی فتنہ اور ظلم و زیادتی کے بغیر انہیں علیحدہ کرنا ممکن ہو تو انہیں علیحدہ کرنا

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۹ و فتح الباری ج ۱۳ ص ۶) | ضروری ہے۔

یہاں دراصل صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کی شرح میں مندرجہ بالا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے —— "وَاَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ" —— یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت سربراہ مملکت کی نافرمانی نہ کرو جب تک کہ وہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ ارتکاب نہ کرنے لگے جس کے کفر و معصیت ہونے کی تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔

گویا جب سربراہ مملکت اسلامیہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ مرتکب پایا جائے جس کے کفر و معصیت ہونے پر کتاب و سنت کی روشنی میں دلیل موجود ہو تو ایسے سربراہ مملکت کو ہٹانا اور اس کی سول نافرمانی ضروری ہے — چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی نافرمانی کر کے اس حدیث پر عمل فرمایا۔

حدیث قسطنطنیہ کا جواب

بعض لوگ جو یزید کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازنے پر مصر ہیں یزید کے جنتی ہونے پر ایمان و یقین بھی رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں اس حد تک غلو ہے کہ وہ اپنے ایک صوم و صلوٰۃ کے پابند باپ کے جنتی ہونے میں تو شک کر سکتے ہیں مگر یزید کے بارے میں نہیں۔ ان کے اس غلو کا موجب دراصل ایک حدیث ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کا آخری حصہ یہ ہے)

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ | کہ میری اُمت کا اوّلین لشکر جو شہر قیصر کا جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔

—— (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۱۰) ——

کہتے ہیں کہ اس جہاد میں یزید شریک بلکہ قیادت کر رہا تھا اور مدینہ قیصر قسطنطنیہ ہے۔ یزید کی قیادت میں سیدنا ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابو ایوب انصاری ایسے اکابر صحابہ جہاد کر رہے

Marfat.com

تے۔ جب یزید کی قیادت ایسے صحابہ نے تسلیم کر لی تو اس کی کیا شان ہوگی؟ اور وہ حدیث کا مصداق ہو کر مغفور لہ (جنتی) ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گئے تھے یزید کی نہیں —— چنانچہ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هؤلاء السادات فى خدمته	کہ ظاہر تر یہ ہے کہ لوگ اکابر صحابہ اس سفیان کے ہمراہ تھے یزید بن معاویہ کے ہمراہ نہ تھے کیونکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کی خدمت میں رہتے

(ج ۱۴ ص ۱۹۹/۱۹۸)

علامہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جہاں حضرت امیر معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے وہاں یزید کی منقبت بھی معلوم ہوتی کہ وہ حدیث میں مرقوم مغفور لہم کا مصداق ہو کر جنتی قرار پاتا ہے۔ بخاری کے تینوں شراح کرام اس کی تردید میں فرماتے ہیں۔

قلت اى منقبة كانت ليزيد وحاله مشهور (عمدة القارى ج ۱۴ ص ۱۹۹)	کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کے لیے کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔

حدیث کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یزید اس میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہ خوشخبری مشروط بخاتمہ علی الایمان ہے۔

لا يلزم من دخوله فى	یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے لازم

Marfat.com

ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم

نہیں آیا اور وہ بھی دوسری دلیل خاص سے نہ نکلا ہو کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ارشاد مغفور لہم اہل مغفرت ہونے سے مشروط ہے حتیٰ کہ اگر اس غزوے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا (معاذ اللہ) تو اس عموم میں داخل نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ مغفور لہم سے وہی لوگ مراد ہیں جن میں مغفرت کی شرط پائی جائے (لہٰذا یزید خارج ہو گیا)

(فتح الباری ج ۶ صفحہ ۹۸ وعمدۃ القاری ج ۱۴ صفحہ ۱۹۹ وارشاد الساری شرح بخاری ج ۵ صفحہ ۱۰۱)

شرح عقائد میں تو علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے یزید پلید کو ملعون و کافر قرار دیا ہے۔ اور یہی قاضی ابوالعلیٰ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا خیال ہے۔

الغرض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں امام حق پر تھے اور یزید کمبخت باطل پر تھا — اور اس کی حمایت کرنے اور اسے جنتی قرار دینے والے حضرات دراصل خارجیت کے داعی ہیں۔

○

Marfat.com

Marfat.com

دورِ حاضر کے نامور محقق مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لا کی

تصانیف

سیرۃ النبی بمطابق نزول الوحی

الجہاد فی الإسلام

الاجتہاد فی الإسلام

فتاویٰ اہلِ سنّت

سماع مزامیر

مقالاتِ رضویہ

جواہر پارے

عورت کی دیت

الیکشن یا سلیکشن

اسلام کی نظر میں

یادِ آخرت

خلاصہ احکامِ قرآن

(انگریزی)

منتخب احادیث

اور انکی تشریحات

(انگریزی)

عقائدِ اہلِ سنّت

(اردو)

ضروری مسائل

(انگریزی)

مرکزی ادارہ مصباح القرآن —— لاہور

Marfat.com